ترجمہ

ترقی پذیر ممالک کی داد رسی۔۔۔وقت کی پکار*

قرضوں کے بحران کے خطرے سے دوچار ترقی پذیر ممالک کو خوشحال ملکوں نے مایوس کیا تو وہ اسے آسانی سے فراموش نہیں کریں گے

ڈاکٹر مرتضیٰ سیّد، گورنر (قائم مقام) اسٹیٹ بینک آف پاکستان

ایک ایسے وقت جب دنیا پے درپے معاشی صدمات سے لڑکھڑا رہی ہے اور خوشحال ممالک اپنے اندرونی مسائل اور جغرافیائی وسیاسی رقابتوں میں گھرے ہونے کی وجہ سے اس طرف متوجہ نہیں ہیں، ترقی پذیر ممالک یہ سوچنے میں حق بجانب ہیں کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے۔اس دانستہ یا نادانستہ چشم پوشی کے نتائج کو برداشت کرنا بین الاقوامی نظام کے لیے بہت مشکل ہو سکتا ہے۔

پے درپے بحرانوں کے نتیجے میں 41 ممالک کو قرضے کی ادائیگی کے بحران کا خطرہ درپیش ہے۔ یہ ہماری زندگی میں آنے والی عالمی سطح کی سب سے پیچیدہ صورتِ حال ہے، اس کے عالمی برادری کے لیے دوررس نتائج کا حامل انتہائی اہم ہو سکتے ہیں۔

عام حالات میں دنیا کے سرِفہرست تجارتی اور مالی اداروں کی طرف سے یہ شہ سرخیاں آنے کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ ترقی پذیر ملکوں کو بچانے کے لیے صدا بلند کی گئی ہے۔ تاہم آج حالات عام نہیں ہیں اور ٹھوس اقدامات کے بغیر یہ دعوے کھوکھلے معلوم ہوتے ہیں۔

خوشحال ملکوں کی توجہ یوکرین پر روسی حملے اور طویل عرصے سے جاری داخلی معاشی جمود کی طرف ہے، جبکہ بقیہ ممالک دوسری جنگِ عظیم کے بعد انتھک محنت سے بنائے گئے ایک عالمی حفاظتی حصار سے نکلتے ہوئے محسوس ہو رہے ہیں۔

خاص بات یہ ہے کہ ایشیا، لاطینی امریکہ اور افریقہ کے ملکوں کو درپیش قرضے اور سرمائے کے انخلا سے منسلک مسائل پر دنیا اُتنی بھی توجہ نہیں دے رہی جتنی ایک عشرے قبل اسی طرح کے مسائل سے دوچار ہونے والے متعدد یورپی ملکوں کو دی گئی تھی۔ قرض دینے والے کثیر طرفہ اور دوطرفہ ادارے منہ پھیر کر کھڑے ہیں، اور یوں کئی ممالک کو لڑکھڑاتا چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ تصور بھی مشکل ہے کہ آئی ایم ایف کے روایتی پروگراموں میں قرضے اور ایڈجسٹمنٹ کے مابین توازن برقرار رہ جائے جسے حال میں یورپ اور ارجنٹینا کے معاملے میں معطل کر دیا گیا تھا۔ اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ خوراک اور ایندھن کی تاریخی مہنگائی سے غریب معاشروں کو خوفناک تباہی کا خطرہ ہے۔

سماجی تحفظ اور قرضوں کے حوالے سے لگائے گئے زبانی نعروں کے باوجود ترقی پذیر ممالک کے مسائل کا جائزہ لینے کے لیے جو طریقے استعمال کیے جا رہے ہیں اور عالمی نظام کے محافظوں کی جانب سے جو پالیسی پیش کی جا رہی ہے ہیں، وہ سخت گیر اور روایتی روش کی ہے۔ اور، شاید سب سے زیادہ نقصان دہ امر یہ ہے کہ اہم کثیر فریقی (multilateral)اداروں کے روایتی شیئر ہولڈرز ایک نئی دنیا، جس میں چین ایک بڑے سرمایہ کار اور قرض دینے والے کے طور پر ابھرا ہے، کو شریک کرنے کے حوالے سے انتہائی پریشان دکھائی دیتے ہیں۔

یہ بات افسوسناک ہے کیونکہ آج ترقی پذیر معیشتوں کو جس شدید تناؤ کا سامنا ہے وہ بڑی حد تک ان دو قوتوں کی وجہ سے ہے جو ان کے قابو سے باہر ہیں۔ اوّل، کووِڈ سے غیر یقینی اخراج، اجناس کے سپر سائیکل اور یو ایس فیڈرل ریزرو کی تاریخی سختی جیسے بیک وقت لگنے والے بڑے دھچکے۔ دوم، موجودہ عالمی مالی نظام کی جانب سے پھیلائے گئے سرمائے کے بہاؤ کے برخلاف قرضہ منڈیوں پر زیادہ انحصار، جس سے ممالک احساسات میں تبدیلیوں، عالمی شرح سود کے چکر، اور ڈالر کی ایسی مضبوطی جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں، کا شکار ہو جاتے ہیں۔

میرے نزدیک یہ ٹھیک وہی وقت ہے جب عالمی حفاظتی بندوبست (safety net) کے مرکزی اداروں کو حرکت میں آنا چاہیے اور اختراعی حل فراہم کرنا چاہیے — لیکن وہ ایسا نہیں کر رہے، لہٰذا اس کے نتائج شدید ہو سکتے ہیں۔ ایک ایسے وقت میں جب عالمگیریت پہلے ہی پسپائی اختیار کر رہی ہے، غریب ممالک کو اُس راستے کی طرف جانے پر مجبور کرنا کہ امداد کے لیے انھیں کس طرف مڑنا ہے، ممکنہ طور پر دیرپا نشانات چھوڑے گا۔ غریب ممالک یہ بات آسانی سے نہیں بھولیں گے کہ کس طرح ایک ایسے نظام نے اُن کو مایوس کیا جس کا ایک انتہائی اہم ہدف ان کے معیارِ زندگی کو بہتر بنانا اور ہنگامی حالات میں انھیں تحفظ دینا تھا۔

خدشہ اس بات کا ہے کہ اس سب کے باعث دنیا حریف دھڑوں میں بٹ سکتی ہے، جو طویل مدتی تناظر میں عالمی بہبود اور سلامتی کے لیے انتہائی نقصان دہ ہو گا۔ مزید یہ کہ اس سے موسمیاتی تبدیلی کے مسئلے کے حل کے حوالے سے ہماری امیدیں ماند پڑ جائیں گی حالانکہ یہ بنی نوع انسان کو درپیش اب تک کا سب سے بڑا خطرہ ہے جو ایک دوسرے کا ہاتھ تھامنے کا متقاضی ہے نہ کہ دامن چھڑانے کا۔

اس خطرناک بہاؤ کو روکنے کا اب بھی وقت ہے، لیکن یہ عالمی نظام میں صحت مندانہ جدّت لائے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اگرچہ ہمارے عالمی نظام نے گزشتہ 80 برس سے دنیا کو اکٹھا کرنے میں مدد دی ہے لیکن مختلف ممالک کے معاشی اشتراک میں معاونت کرنے، دنیا میں غربت سے نمٹنے کے انتظام، قرضوں کے دردناک بحرانوں اور کثیر قومی کارپوریشنز پر عام شہریوں کے مفاد کو ترجیح دینے کے حوالے سے اِس کے ملے جلے نتائج سامنے آئے ہیں۔ اس سلسلے میں ابھی مزید بہتری کی ضرورت ہے۔

یہاں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جنگِ عظیم دوم کے بعد دنیا کی تعمیر نو اور ایک دوسرے سے نبرد آزما ممالک کی بحالی کی خاطر عالمی قائدین نے کندھے سے کندھا ملا کر کام کیا۔ آج ایسے ہی جذبے کی ضرورت ہے جس کا انحصار چار نئی کلیدی ترجیحات پر ہے: مزید ترقی پسندانہ تجارتی اور مالی نظام کا قیام؛ تحفظ کے ایسے جدید نظام کا قیام جو فی الفور سختی پر مجبور نہ کرتا ہو اور معاشی طور پر کمزور افراد کو حقیقی معنوں میں تحفظ فراہم کرے؛ ٹیکنالوجی کا مساوی پھیلاؤ یقینی بنانا؛ اور صاف توانائی کے حصول میں مدد دینا۔

بظاہر پہاڑ سا نظر آنے والا چیلنج اتنا مشکل نہیں ہے کیونکہ دنیا اب بھی نسبتاً پُرامن جگہ ہے۔ اگرچہ ابھی کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ آیا ایسا ہو گا یا نہیں، لیکن یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ عالمی معیشت کبھی اتنی زیادہ داؤ پر نہیں لگی تھی۔

---

*بشکریہ فنانشل ٹائمز۔ یہ کالم 3 اگست 2022ء کو شائع ہو چکا ہے۔

https://www.ft.com/content/f0e2df4c-f64b-4820-b3b3-27389b256ecf